Tarjihaat
Volume: VI
Issue: I, II & III
جنوری تا مارچ ۲۰۲۶
Jan To March. 2026
ترجیحات
ISSN: 2583-0082
Online Research Jornal

ڈاکٹر گلزار احمد سوہل

شعبہ اُردو جموں یونیورسٹی

پروفیسر مرغوب بانہالی کا تخلیقی امتیاز ''چراغاں'' کے آئینے میں

بانہال جموں و کشمیر کے وسط میں واقع وہ خطہ ہے جو چاروں اطراف سے فلک بوس کہساروں کی آغوش میں رقص کرتا نظر آتا ہے۔ یہ خطہ اپنے دلکش فطرتی مناظر اور حسن میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔ یہ سرزمین جہاں ایک طرف زندگی کے مختلف شعبوں میں جموں و کشمیر کی ترقی میں پیش پیش رہی ہے وہیں دوسری طرف ادب کے حوالے سے بھی اس کی زرخیزی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہاں کے جن شعراء نے اُردو زبان کو ذریعہ اظہار بنا کر اپنی بے پناہ تخلیقی صلاحیتوں سے جموں و کشمیر کے ادبی منظر نامے کو متاثر کیا ان میں، آسماء عبدالرحیم بانہالی، مرغوب بانہالی، منشور بانہالی اور امین بانہالی وغیرہ کے نام کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ اکیسویں صدی کی غزلیہ شاعری کے دائرے کو اپنی منفرد تخلیقی صلاحیتوں سے جن فنکاروں نے وسعت عطا کی اُن میں ایک کثیر اللسان شاعر پروفیسر مرغوب بانہالی کا نام کافی اہمیت کا حامل ہے۔ انہوں نے اپنے مختصر غزلیہ دیوان ''چراغاں'' کے ذریعے اُردو شاعری بالخصوص غزل کو نئی راہوں سے آشنا کروایا جس سے جدید اُردو غزل میں امکانات کے نئے دریچے وا ہوئے۔ یہ غزلیہ دیوان فنی اور فکری دونوں سطحوں پر انفرادیت کا حامل ہیں۔

کلیدی الفاظ۔ بانہال، جدید ادبی منظر نامہ، غزلیہ دیوان، انفرادیت، کثیر اللسان

پروفیسر مرغوب بانہالی ایک کثیر اللسان شاعر، محقق اور تنقید نگار کی حیثیت سے ادبی دنیا میں اپنی ایک منفرد شناخت رکھتے ہیں۔ اُن کی پیدائش ۵ مارچ ۱۹۳۷ء کو جموں و کشمیر کے خطہ بانہال کے علاقہ بنکوٹ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم بانہال سے حاصل کرنے

Tarjihaat
Volume: VI
Issue: I, II & III
جنوری تا مارچ ۲۰۲۶
Jan To March. 2026
ترجیحات
ISSN: 2583-0082
Online Research Jornal

کے بعد اُنہوں نے آف اے اور بی اے کی سند ایک پرائیویٹ اُمید وار کی حیثیت سے حاصل کی اور اس کے بعد بی ایڈ کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے جموں کا رخ کیا۔ بعد میں کشمیر یونیورسٹی سے فارسی مضمون میں ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی اور یہی سے 'کشمیر میں شمیری دور میں فارسی زبان وادب'' کے موضوع پر پی ایچ۔ڈی کے لئے تحقیقی مقالہ تحریر کر کے شعبہ فارسی جامعہ کشمیر کا پہلا ریسرچ اسکالر ہونے کا شرف حاصل کیا۔اِسی شعبہ میں اُن کا تقرر بحیثیت لیکچر رہوا۔شعبہ فارسی جامعہ کشمیر میں درس وتدریس کے فرائض انجام دینے کے دس سال بعد آپ کشمیر یونیورسٹی کے سنٹرل ایشین اسٹیڈیز میں ریڈر تعینات ہوئے۔مزید برآں انہوں نے کشمیری زبان کے رسم الخط اور املا کے حوالے سے ایک تھیوری دی جسے ''مرغوب تھیوری'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔۱۹۸۶ءمیں پروفیسر مرغوب بانہالی جامعہ کشمیر کے شعبہ کشمیری میں بحیثیت صدر منتخب ہوئے اور 11 سال اس شعبہ کی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۹۹۷ء کو سبکدوش ہوئے اور آخر کار اپریل ۲۰۲۱ء کو کشمیر میں ہی ۸۴ سال کی عمر میں اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔

پروفیسر مرغوب بانہالی جموں وکشمیر کے ادبی اُفق کا وہ روشن ستارہ ہے جن کو جموں وکشمیر کی ادبی تاریخ میں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ وہ اُردو، کشمیری، فارسی ،اور انگریزی زبان پر کامل دسترس رکھتے تھے۔کشمیری زبان کے ایک شعری مجموعے بعنوان ''پرتوستان'' پر اُنہیں ہندوستان کے اعلیٰ ادبی اعزاز ساہتیہ اکادمی ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔اس کے علاوہ اُنہوں نے فارسی ادب میں بھی اپنی تحریروں سے خاصہ اضافہ کیا لیکن یہاں ہمارا سروکار ان کے اُردو ادب بالخصوص غزلیہ شاعری سے ہیں تاکہ اُن کی غزلیہ شاعری کے امتیازی نقوش کو اُبھارا جاسکیں۔تخلیقی ادب کے علاوہ اُنہوں نے اُردو تحقیق و تنقید کے حوالے سے جو کتابیں تحریر کیں اُن میں ''آدم گرِی اقبال' اور 'کلام اقبال کے روحانی اور فکری سرچشمے'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔اُنہوں نے اُردو میں

گرچہ کم لکھا لیکن جو بھی قلمبند کیا وہ ایک نئے فکر و شعور کی غمازی کرتا ہے۔ چالیس غزلوں پر مشتمل اُردو میں لکھا گیا ایک مختصر دیوان ''چراغاں'' اُنہیں جموں وکشمیر کے جدید غزل گو شعراء کی پہلی صف میں شامل کر دیتا ہے۔ پروفیسر مرغوب بانہالی نے ایک ایسی غزلیہ کائنات تخلیق کی جس کے فکری سرچشمے قرآن وحدیث، بزرگان دین کے ملفوظات، اسلاف کے تخلیقی ورثے، مشرقی تاریخ وتہذیب، جموں وکشمیر کی تہذیب وثقافت اور عصر حاضر کے حساس سماجی، سیاسی اور تہذیبی مسائل سے پھوٹتے ہیں۔ علامہ اقبال نے جس طرح غزل کو مجازی محبوب کی چوکھٹ سے نکال کر مئے توحید کے مسحور کن جام سے آشنا کیا اُسی طرح پروفیسر مرغوب بانہالی کی اکثر غزلیں توحید کے نغمات سے شرشار نظر آتی ہیں۔ اُنہوں نے اپنے اس مختصر دیوان ''چراغاں'' کے ذریعے اُردو شاعری اور بالخصوص جدید اُردو غزل کو ایک نئی روش سے روشناس کروایا۔ ان کی غزلوں میں نہ روایتی موضوعات کی بازگشت سنائی دیتی ہے اور نہ زبان واسلوب پر کلاسکی اسلوب کا زیادہ اثر دیکھنے کو ملتا ہے۔ ان کی غزلوں میں الفاظ کی بازی گری نہیں بلکہ زبان وبیان میں بھی اُن کے تجربات اور فکر کی گہرائی موجزن نظر آتی ہے۔ اُنہوں نے ایسے الفاظ اور اظہار کے سانچوں کا استعمال کیا ہے جو معاصر دور کی زندگی سے ہم آہنگ نظر آتے ہیں کیونکہ یہ اکیسویں صدی کی غزل ہے جو روایتی غزل سے بالکل مختلف ہیں جس کے حوالے پروفیسر شارب رودلوی کچھ یوں رقمطراز ہیں:

''وہ زبان کے اعتبار سے روایتی غزل سے مختلف ہیں اور تشبیہات اور استعارات میں بھی وہ آج کی زندگی سے تشبیہیں اور استعارے اخذ کرتی ہے اس نے جدیدیت اور ترقی پسندی کی حد بندیوں کو ایک طرح توڑ دیا اور صرف زندگی، تجربے اور محسوسات کو سامنے رکھا''۔ ۱

یہی وجہ ہے کہ مرغوب بانہالی کی غزلوں پر کسی خاص مکتب فکر کا لیبل نہیں لگایا جاسکتا بلکہ یہ غزلیں زندگی کے ان گنت تجربات اور احساسات کے فنی اور تخلیقی اظہار سے عبارت ہے۔انہوں نے اپنے دیوان کی ابتداء ہی حمدیہ اور نعتیہ غزلوں سے کی ہیں جن میں معاصر دور کے مسائل بالخصوص جموں و کشمیر کی زندگی کے شب و روز کو انہوں نے تمام تر باریکیوں کے ساتھ پیش کیا۔پروفیسر مرغوب بانہالی نے اپنی شاعرانہ فکر کو جن مشعلوں سے چراغاں کیا ان میں قرآن وحدیث، صحابہ اکرام اور بزرگان دین کے ملفوظات،تاریخ و تہذیب کے ساتھ ہی ساتھ ان کے اس مخصوص طرز احساس کے پس پردہ معاصر دور کے سیاسی،اقتصادی اور سماجی مسائل بھی کارفرما نظر آتے ہیں۔وہ ایک توحید پسند شاعر تھے اسی لئے وہ اپنی شاعری میں توحید سے سرشار نغمات اس طرح منفرد انداز میں گاتے ہیں۔

رہائی کے لیے نالاں میرا دل اے خُدا رکھا
قفس میں ڈال کر طائر کو یوں محوِ دُعا رکھا
چراغِ زیست زد میں آندھیوں کے یوں رہا ہر دم
مگر پیہم اُسے فانوسِ رحمت نے بچا رکھا
متاعِ ناز ہے مرغوب کو توحید کا جذبہ
کرم سے کنجِ خلوت اُس کا تو نے پرُ ضیا رکھا

یہ اشعار توحید، آزاد خیالی، مسلسل جدوجہد اور رجائیت پسندی جیسے تصورات کو تقویت دیتے ہوئے انسان کو ہر حال میں جینے کا حوصلہ بخشتے ہیں۔ان اشعار میں نہ اللہ کے احکامات سے انحراف کی لے تیز ہوئی ہیں اور نہ کسی قسم کی بد اعتقادی کا شائبہ ہوتا

ہے۔ان حمد یہ اشعار میں غزل گو نے اللہ کی وحدانیت، رحمت کی کشادگی اور اللہ کی قدرت کو دلکش اور تعمیری سوچ کے ساتھ منفرد انداز میں بیان کیا ہے۔ان اشعار میں معنی کا ایک جہان پوشیدہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ایک طرف ان غزلیہ اشعار میں اللہ کی وحدانیت اور رحمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے تو دوسری طرف ایک پکے مواحد کی طرح شاعر اللہ کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خم نظر آتا ہے جس کے حوالے سے پروفیسر ظہور الدین اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''اُردو کی غزلیہ شاعری میں ہم خصوصاً جس روایتی شاعر سے متعارف ہوتے ہیں وہ ایک باغی، ملحد اور شاکی کردار کا حامل ہیں جو زندگی اور خدا دونوں سے بے زار نظر آتا ہے۔جو سادیت پسند اور قنوطی اور قدم قدم پر اپنے وجود کو لہولہان کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن یہاں ان غزلوں میں خصوصاً ابتدائی نعتیہ و حمدیہ غزلوں میں ہم ایک ایسے شاعر سے ملتے ہیں جو صابر و شاکر ہی نہیں خدا اور اس کے احکامات کا سختی سے پابند بھی ہیں۔''۲

یہ الفاظ اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ ''چراغاں'' کی غزلیں ماقبل روایتی غزلیہ شاعری سے اس لئے مختلف ہے کہ یہاں ہمیں ان غزلوں کا متکلم توحید کے جام سے سرشار نظر آتا ہے جس کی بدولت وہ ہر حال میں اُمید کی شمع کو فروزاں رکھے ہوئے ہیں۔ان حمدیہ غزلوں کے اشعار کے پس پردہ آج کے دور کی زندگی کے نشیب و فراز کا پرتو دیکھا جا سکتا ہے۔شاعر اس دنیا کو حق پر چلنے والے لوگوں کے لئے قید خانہ تصور کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اللہ کی رحمت سے نااُمید نہیں ہوتے کیونکہ یہی رحمت اُسے آزاد ہونے اور مسلسل جدوجہد کی ترغیب دیتی ہے۔علاوہ ازیں چراغ زیست کا ہر دم آندھیوں کی زد میں رہنا معنی کے نئے دریچے وا کرتا ہے کہ دنیا میں روزِ اول سے حق پر چلنے والے لوگوں کو طرح طرح کے مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور آج بھی حق پرست لوگوں کی زندگی مسلسل باد مخالف کے نشانے پر رہتی ہیں لیکن اللہ کی رحمت اُن پہ سایہ فگن ہو کر اُن کو شرک کی

طاقتوں سے تحفظ فراہم کرتی ہے۔ آخر میں غزل گو توحید کے جذبے کو اپنے لئے باعث افتخار گردانتے ہیں کیونکہ اسی سے پریشانی اور تنہائی میں بھی وہ خود کو اکیلا محسوس نہیں کرتا۔ مختصراً یہ حمد یہ اشعار اس دور کے سیاسی، سماجی اور معاشی حالات سے صرف آگاہ نہیں کرتے بلکہ ان مسائل کے سد باب کی طرف بھی ذہن کو منتقل کرتے ہیں۔ یہی مرغوب بانہالی کی غزل کا امتیاز ہے جو انہیں معاصر غزل گو شعراء میں انفرادیت کا حامل بناتا ہے۔ مزید برآں شاعر معاصر دور کے پریشان حال انسان کو یہ تلقین کرتے ہیں کہ اللہ کے احکامات کی پیروی ہی زندگی کے مسائل کے تدارک کے لئے ناگزیر ہیں۔

دنیا میں جن عظیم شخصیات نے اپنے اعلیٰ اخلاق اور حسن سلوک سے زندگی کے ہر شعبے میں انقلاب برپا کیا اُن میں پیغمبر اسلام محمد ﷺ کا نام سر فہرست ہیں جن کی مثالی زندگی آج بھی پوری انسانیت کے لئے مشعل راہ ہے۔ پروفیسر مرغوب بانہالی نے اپنے نعتیہ اشعار میں محمد ﷺ کی زندگی کے ایسے پہلوؤں سے اُردو غزل کو روشناس کروایا جن کی پیروی میں آج بھی انسانیت کے مسائل کے سد باب کا راز پوشیدہ ہے۔ یہاں غزل گو نے رحمت العالمین محمد ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو غزل کے پیرائے میں کچھ اس خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔

اب اُس پر اہلِ مکہ ،، اہل طایف کیوں نہ ہوں قرُباں
ستمِ ہاسہہ کے بھی دِل میں نہ جس کے انتقام آیا
کر وفر بادشاہوں کا گرِا برگ خزاں بن کر
غلاُموں کو چھڑُانے جب وہ شاہِ خوش خرام آیا
کہاں تک بدزباں بڑھیا کی گھڑی آپ نے ڈھولی

وہ عالی ظرف کیسے کیسے کم ظرفوں کے کام آیا

دِلِ ناداں اُسی کی پیروی ابدی سعادت ہے

جہاں میں عدل کرنے کے لیے جس کا نظام آیا

ان غزلیہ اشعار میں شاعر نے پیغمبر اسلام محمد ﷺ کی زندگی کے ایسے گوشوں سے متعارف کروایا ہے جن کی اطاعت آج کے سماج کی تعمیر و ترقی اور امن و آشتی کے لئے ناگزیر ہیں جس کا ذکر پروفیسر ظہور الدین کچھ اس انداز میں کرتے ہیں۔

"رسول اکرم ﷺ نے قوم کی تربیت کے لئے جو مصائب اُٹھائے اور لامثال کردار کا جو نمونہ پیش کیا اُس کا جس حسن و خوبی سے ابتدائی غزلوں میں بیان ہوا ہے اُس سے قاری متاثر ہوئے بنا نہیں رہتا"۔۳

یہ الفاظ اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ "چراغاں" کی غزلوں ہیں محمد ﷺ کی مثالی زندگی کو منفرد انداز سے عصری تناظر میں اس طرح پیش کیا گیا ہے جو قاری کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ اتنی پریشانیوں کے باوجود بھی اس عظیم شخصیت نے کبھی شر کو پناہ نہیں دی بلکہ ہمیشہ حق پر ثابتِ قدم رہ کر انسانیت کو اخوت اور بھائی چارگی کا درس دیا۔ یہ غزلیہ اشعار کارئین کے اذہان کو جنجھوڑنے کے ساتھ ہی ساتھ عمل کی طرف بھی اُکساتے ہیں کہ ایسی عظیم شخصیت جس نے طائف اور مکہ میں اتنے مظالم سہہ کر بھی کسی کو پریشان نہیں کیا بلکہ بدلے میں دعائیں دیں۔ دنیا کے عظیم بادشاہوں کی شان و شوکت پت جھڑ کے پتوں کی طرح گر گئی کیونکہ محمد ﷺ نے غلاموں کو آزاد کرنے کی تلقین کی۔ انہوں نے اُس بڑھیاں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا جو آپ ﷺ کو طرح طرح سے اذیتیں دیتی۔ آخر ہیں غزل گو بنی نو انسان کو یہ تلقین کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ محمد ﷺ کی تعلیمات کی پیروی میں ہی اس دنیا کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے کیونکہ ان کے قول و فعل ہیں عدل و انصاف کی بو باس نظر آتی ہے۔ یہی وہ دور تھا

Tarjihaat
Volume: VI
Issue: I, II & III
جنوری تا مارچ ۲۰۲۶
Jan To March. 2026
ترجیحات
ISSN: 2583-0082
Online Research Jornal
WORLD URDU RESEARCH & PUBLICATION CENTRE
WURNP

جب عدل وانصاف جیسے تصورات کو حقیقی معنوں میں تقویت ملی اور ہر طرف انصاف ہی کا بول بالا تھا۔ آخر میں شاعر کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے جن اعلیٰ انسانی اقدار کی آبیاری کی وہی آج بھی انسانیت کے لئے کامیابی کا زینہ ہے۔ مختصر یہ کہ پروفیسر مرغوب بانہالی نے جدید اُردو شاعری کو محمد ﷺ کی زندگی کے ایسے پہلوؤں سے روشناس کروایا جن سے ابھی تک اُردو غزل پوری طرح سے آشنا نہیں تھی اور یہی خوبی اُنہیں اپنے دور کے شعراء سے ممیز کرتی ہے۔

جہاں ایک طرف مرغوب بانہالی کی غزلیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں سرشار نظر آتی ہیں تو وہیں دوسری طرف انہوں نے اپنے گرد و پیش کے سیاسی، سماجی، اقتصادی غرض حساس اور پیچیدہ مسائل سے انحراف نہیں کیا بلکہ معاصر دور کی زندگی کے نشیب و فراز کو کچھ اس طرح منفرد انداز میں پیش کیا ہے۔

سہتی رہی ہے بجلیاں ہر گھر کی شاخِ گل
گلشن منائے سوگ بھی کس کس نگار کا
اُسے نوبت ہی کب آئی قیامت بھول جانے کی
تری ہر ہر ادا نے دِل میں ہے محشر بپا رکھا
میں بھی یہ کڑوی حقیقت کھول کر تم سے کہوں
رِشوتوں کاریشیوں کی بستیوں پر اب ہے راج
اِن کی حالت اک بڑی عبرت ہے، اللہ سے ڈرو
جِن کی فصلیں جل گئی ہیں اُن سے کیا لوگے خراج۔

یہ اشعار جموں و کشمیر کی سر زمین کے موجودہ سیاسی، سماجی اور اقتصادی منظر نامے پر ایک طرح کا طنز بھی ہیں کہ اس سر زمین میں ہر گھر کی شاخ گل یعنی گھر کا ہر فرد پریشانیوں میں مبتلا ہے۔اس لیے اب یہ سر زمین کس کس چیز کا ماتم کریں۔ کبھی یہاں سیاسی مفاد کے لئے اس قوم کی مشترکہ تہذیب کو مجروح کرنے کی کوشش کی گئی تو کبھی کسی اور طرح سے اس سر زمین کے تقدس کو پامال کیا گیا۔آگے چل کر غزل گو اس سر زمین کی مجموعی صورتحال کو قیامت سے تعبیر کرتے ہیں کہ یہاں اکثر قیامت کی سی بھیڑ لگی رہتی ہے جہاں ایک افراتفری کا ماحول رہتا ہے۔وہ یہاں کے اعلیٰ عہدوں پر فائز عہدادار ان پر طنز کرتے ہیں کہ جس سر زمین کو رشیوں اور صوفی سنتوں کی وجہ سے پوری دنیا میں عزت و وقار کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اُس کے تقدس کو اب رشوت جیسی سماجی بیماری نے داغدار کیا ہے۔علاوہ ازیں وہ ان حکومتی اداروں کی توجہ استعاراتی انداز میں اس بات کی طرف مبذول کروانا چاہتے ہیں کہ مصائب و آلام سے دوچار لوگوں کو پریشان نہ کیا جائے کیونکہ ان کو مزید پریشان کرنا اس قوم کے تنزل اور پستی کا موجب بن سکتا ہے۔

استفہامیہ انداز جدید شاعری کا ایک امتیازی پہلو ہے جس کی بنیاد باقاعدہ طور پر اُردو غزل میں مرزا غالب نے ڈالی۔ ’’چراغاں‘‘ کی ان غزلوں میں جدید شعری جمالیات کے اس پہلو کا خوبصورت انداز میں استعمال کچھ اس طرح کیا گیا ہے۔

چپ یہاں کا ہر اک بشر کیوں ہے؟

جُرم یاں سچ کی ہر نوا ہے کیا؟

بیچ کھایا کس نے یوسف کو

ہوئی یعقوب سے دغا ہے کیا

یاں ہر ایک سے خدا خفا ہے کیا؟

جب ہی ہر آہ نارسا ہے کیا؟

استفہامیہ انداز کو ان اشعار میں صرف ظاہری حسن کے لئے ہی استعمال نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ غزلیہ اشعار معاصر دور کے سماج کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں کہ آج کے جمہوری دور میں اس سرزمین میں ہر طرف کیوں سکوت چھایا ہے کیا حق بات کرنا بھی جرم کے مترادف مانا جاتا ہے۔آگے چل کر غزل گو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہاں بھی کئی نوجوان حضرت یوسف کی طرح لاپتہ ہے کیا اُن کے والدین کو بھی حضرت یعقوب کی طرح دغادی گئی ہیں اور آخر میں لوگوں کی توجہ شاعر اس بات کی طرف مبذول کرواتے ہے ں کہ ہماری ہر پکار بے اثر ہونے کی بنیادی وجہ ہمارے بُرے اعمال ہیں جس کی وجہ سے ہم اللہ کی رحمت سے دور ہے۔اس لئے اپنے خالق حقیقی سے رشتہ استوار کرنا اس قوم کی بقاء کے لئے ناگزیر ہے۔یہاں استفہامیہ لب و لہجے کا استعمال شاعر نے منفرد انداز میں کیا ہے جو انسان کو عمل کی دعوت دیتا ہے اور یہی انداز غزل گو کو منفرد بناتا ہے۔

پروفیسر مرغوب بانہالی نے ”چراغاں“ کی غزلوں میں ایسی تلمیحات کا استعمال کیا جو مشرقی شاعری میں اکثر پائی جاتی ہیں لیکن ان کا یہ امتیاز ہے کہ ان تلمیحات کے پس پردہ معاصر زندگی کے خدوخال نظر آتے ہیں۔انہوں نے ایک دانشور کی طرح تعمیری سوچ کے ساتھ اظہار کے سانچوں کا استعمال کیا جن میں دنیا کو خوبصورت بنانے کا راز مضمر ہے۔وہ اکثر اپنی غزلوں کی تلمیحات کو تاریخ بالخصوص مشرقی تاریخ سے اخذ کرتے ہیں جو اُن کے وسیع مطالعے کی غمازی کرتی ہے ں۔انہوں نے اظہار کے ان پیرایوں کا عصری تناظر میں کچھ اس طرح استعمال کیا ہے۔

ورغلانے کو نئے شاطر نفاق انگیز ہیں

یہ نئے ابن اُبے تیری کہیں کھودیں نہ گھاس

جو وظیفہ خور بن کر جعفر و صادق بنے

اس زمیں کو ہے انہی کی دین سارا کشت وخوں

ظلم نمرود پر بھی ہم چپ ہیں

کیا یہ اُس کے تئیں وفا نہ ہوئی

پتھروں سے نکلتے ہیں چشمے

پختہ جب انتظار بنتا ہے۔

یوسف گم گشتہ کی مرغوب دیکھ

تک رہے ہیں راہ کب سے بام ودر

یہ اشعار مرغوب بانہالی کی مشرقی تاریخ و تہذیب کے ساتھ ہی ساتھ دیگر علوم کی شناسائی اور اپنی سرزمین کے شب وروز کے مسائل کے ادراک کی غمازی کرتے ہیں۔ یہ تلمیحات صرف ان غزلوں کے خارجی حسن میں اضافہ نہیں کرتی بلکہ ان میں معنی کا ایک جہان آباد ہے۔ ان کے پس پردہ اس سرزمین کے متنوع مسائل کا عکس دیکھا جاسکتا ہے۔ ان تلمیحات کی تہہ میں جب ہم جھانک کر دیکھتے ہیں تو ہماری فکر کو روشن کرنے کے ساتھ ہی ساتھ عمل کی ترغیب بھی دیتی ہیں۔ یہاں جس انداز سے ان تلمیحات کو عصری تناظر میں پیش کیا ہے اُس سے اُردو غزل میں فنی سطح پر امکانات کے نئے در وا ہوئے۔ انہوں نے محمد ﷺ کے دور کے منافقوں کے سردار عبداللہ ابن اُبے کی طرف اشارہ کیا جن کی نفرت انگیز سازشوں سے آج بھی پوری دنیا کے لوگ دوچار

Tarjihaat
Volume: VI
Issue: I, II & III
جنوری تا مارچ ۲۰۲۶
Jan To March. 2026
ترجیحات
ISSN: 2583-0082
Online Research Jornal

ہے۔اسی لئے شاعر موصوف نے یہاں اظہار کے اس سانچے کا استعمال کر کے عصر حاضر کے کچھ منافقانہ ذہنیت رکھنے والے لوگوں کو طنز کا نشانہ بنایا جو آج بھی انسانی سماج میں امن وسکون کی فضاؤں کو آلودہ کرتے ہےں۔ ہندوستان میں غداری کے لئے میر جعفر اور میر صادق کا نام کافی مشہور ہے جن کی غداری آج بھی اس ملک کی خونریزی کی ذمہ دار نظر آتی ہے۔ نمرود کی خدائی سے کون واقف نہیں جس نے حضرت ابراہیم کو قتل کرنے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کیں کیونکہ حضرت ابراہیم حق پرست تھے اور اللہ کے سوا کسی کی پیروی کو شرک گردانتے تھے۔اِسی لئے غزل گو آج کے دور میں حق کو دبانے والے اور ظلم کرنے والے لوگوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں۔ مرغوب بانہالی ایک رجائی فکر کے حامل فنکار ہے وہ انسان کو ہمیشہ مسلسل جدوجہد کی ترغیب دیتے ہیں کہ جس طرح حضرت ہاجرہ علیہ سلام اور ان کے شیر خوار فرزند حضرت اسماعیل علیہ سلام کے انتظار کی وجہ سے ذم ذم کا چشمہ صحرائے عرب کے پتھروں سے پھوٹا اسی طرح آج بھی اللہ پر کامل یقین رکھا جائے تو اُمید کی کرن ضرور نظر آئے گی۔ حضرت یوسف علیہ سلام کے تاریخی واقعے کو اکثر شعراء نے بیان کیا لیکن غزل گو نے معاصر دور کے کشمیر کے حالات کے تناظر میں جس انداز میں پیش کیا ہے وہ ایک نئی جہت کا اضافہ ہے کیونکہ آج بھی اس سرزمین میں بہت سے نوجوان غائب ہیں جن کے عزیز و اقارب ہر وقت اُن کے دیدار کے منتظر رہتے ہیں، حضرت یوسف علیہ سلام کو تو بازار مصر میں خریدار مل گیا لیکن اس دور میں ان گمشدہ نوجوانوں کی آنکھوں کو کبھی اپنے احباب کی زیارت نصیب نہیں ہوتی۔

آج کا دور صنعتی ترقی کا دور ہے ہر کوئی مادیت کی دوڑ میں محو ہے لیکن آج کے صاحب اقتدار لوگوں نے اعلی انسانی قدریں پس پشت چھوڑ دیں ہےں اور وہ اپنی آسائش اور ترقی کے لئے غریب اور کمزور لوگوں کا استحصال کرنا اپنا حق سمجھتے ہے۔ موجودہ

دور میں زندگی کے ہر شعبے ہیں عام لوگوں کو استحصال کا شکار بڑے ہی شاطرانہ طریقے سے بنایا جاتا ہے۔ سماج میں اعلیٰ عہدوں پر فائض افراد اپنی ایمانداری کو ثابت کرنے کے لئے مختلف دلائل پیش کرتے ہیں۔اسی لئے غزل کا خالق دنیا کے غریب اور کمزور لوگوں پر ہونے والے ظلم کے خلاف قلمی احتجاج کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کیونکہ جدید اُردو شاعری سماج ہیں ہونے والے ہر قسم کے ظلم وجبر اور پابندی کے خلاف نبرد آزما نظر آتی ہے جس کے حوالے سے مرزا شفیق حسین کچھ یوں رقمطراز ہیں۔

''نئی غزل ہر قسم کے جبر واستحصال کے خلاف ہے اس کا کینوس بہت وسیع اور اس کے تجربات ہمہ گیر ہیں۔ ۴

پروفیسر مرغوب بانہالی نے نہایت ہی فنی انداز میں جدید دور کے اس حساس مسئلے کی عکاسی کچھ اس طرح کی ہے۔

بُرا ہو اُن لٹیروں کا جنھوں نے محل بنوا کر

غریبوں کے لہو کا نام ہے فضلِ خدا رکھا

دینے کو دیتا ہی رہے وہ محل کو وسعت

وہ چھینتا مجھ سے مری کٹیا مگر کیوں ہے۔

یہ اشعار اپنے اندر بلا کی معنویت رکھتے ہیں اور ان میں زندگی کے متنوع رنگ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ان اشعار کے پس پردہ دنیا کے اعلیٰ عہدادارن اور عام لوگوں کی حالت کا نقشہ غزل گو نے دلکش انداز میں کھینچا ہے کہ کس طرح آج کے جمہوری ماحول میں غریب غُرباء کا استحصال بڑے ہی شاطرانہ انداز میں کیا جاتا ہے۔ان اشعار کے ذریعے دانشورانہ انداز میں صارفانہ سوچ کے حامل اُن لوگوں کی نفسیاتی کیفیت کو بے نقاب کیا ہے جو غریب لوگوں کے استحصال سے حاصل ہونے والی ترقی کو اللہ کا فضل و کرم اور احسان گردانتے ہیں۔ان الفاظ میں ایک دانشورانہ طنز دیکھنے کو ملتا ہے کہ کس طرح سے صاحب ثروت لوگ شاطرانہ انداز

ہیں عام لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں۔آگے چل کر شاعر نے دو مصرعوں کے ذریعے دنیا میں بسے غریب اور مفلس لوگوں کی دردناک کہانی بیان کی ہے کہ غریب کبھی ان امیر لوگوں کی ترقی میں رکاوٹ کا سبب نہیں بنتے لیکن کیوں ان مظلوم لوگوں کی بنیادی ضروریات کی ہی قیمت پر یہ امیر لوگ اپنے محل سجاتے ہیں۔ان اشعار کے پس پردہ آج کے دور کے حالات دیکھنے کو ملتے ہیں۔مختصر یہ کہ ان اشعار کی صحیح تفہیم و تنقید جدید دور کے مختلف علوم و فنون اور عصر حاضر کے حساس اور پیچیدہ مسائل کے ادراک سے ہی ممکن ہوسکتی ہیں۔یہ اشعار ایک وسیع کینوس پر مختلف مسائل کا فنی اظہار ہے جن ہیں ایک خاموش اور پرُاثر احتجاج بھی ہیں اور عمل کی ترغیب بھی۔درحقیقت پروفیسر مرغوب بانہالی اپنی شاعری کے ذریعے اس دنیا میں امن اور خوشحالی کے پیغام کو عام کرنا چاہتے ہیں اور یہ ان کی غزل کا ایک اختصاصی پہلو بھی ہے۔

جدید شاعری میں عورتوں کے مسائل پر اکثر ادباء نے قلم اُٹھایا ہے کیونکہ جدید دور میں عورتوں کی آواز زندگی کے ہر شعبے میں سنائی دیتی ہے۔جہاں ایک طرف تانیثیت کے نام پر عورتوں نے لیبرلزم، آزادخیالی، حریت اور مساوات جیسے تصورات کو تقویت دیں وہیں دوسری طرف یہیں تصورات ان عورتوں کے استحصال کے موجب بھی بنے۔یہاں غزل گو نے عورتوں کے استحصال کی بنیاد کے دونوں پہلوؤں کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔

کاش پھر نسوانیت کی لاج وہ پردہ بنے
غیرت و عظمت بچانے پر تھا جس کو افتخار
بچ سکے گی ایک بیٹی، بہن اس قوم کی
نشہ لے کر پیچ کھائے نسل جس کی اپنا ہوش

Tarjihaat
Volume: VI
Issue: I, II & III
جنوری تا مارچ ۲۰۲۶
Jan To March. 2026
ترجیحات
ISSN: 2583-0082
Online Research Jornal

اپنے یہاں دختر کشی پر جو نہ کرلے احتجاج

ننگ ملت ہیں یقیناً آج وہ غیرت فروش

چسکا نسوانیت کا عورت کو

باعثِ انتشار بنتا ہے۔

یہاں ان اشعار میں مرغوب بانہالی نے مشرقی اور مغربی عورت کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ یہ اشعار انسانی سماج کو آج کے دور میں عورتوں کے استحصال کی طرف توجہ مبذول کرواتے ہیں جہاں ایک طرف عورتوں کے استحصال کے ذمہ دار مرد ہیں وہی دوسری طرف اس میں عورتیں بھی پیش پیش نظر آتی ہیں۔ یہاں شاعر مشرقی تہذیب کی پروردہ خواتین کی کہانی بیان کرتے ہوئے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ آج بھی اگر وہی پردہ عورتوں کی عزت بنے جس کو کبھی خواتین کی عظمت اور غیرت کا تحفظ فراہم کرنے پر فخر تھا تو وہ اس قوم کی بقاء کے لئے اہم ہے۔ آگے چل کر غزل کا متکلم اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس دور میں ایک بیٹی اور بہن کی عزت محفوظ رہنا ناممکن ہے کیونکہ اس قوم کے نوجوان نشے میں اپنا ہوش وحواس ہی کھو بیٹھے ہیں۔ دختر کشی ایک حساس مسئلہ ہے جس پر غزل گو احتجاج کرنے کی تلقین کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آخر میں شاعر اس حقیقت کو منکشف کرتے ہیں کہ ملت میں انتشار کا سبب ہی عورتوں کی عریانیت ہے۔ درحقیقت یہ غزلیہ اشعار جدید دور کی خواتین کو اُن کے استحصال اور تنزل کے بنیادی محرکات سے آگاہ کرتے ہیں۔

آج کے صارفانہ ماحول میں سماج کی اعلی انسانی اور اخلاقی قدریں زوال پذیر ہو رہی ہیں۔ ایسے دور میں یتیموں کو اکثر ظلم کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اسلام میں یتیموں کے ساتھ حسن سکوک کرنا بہت ہی نیک عمل تسلیم کیا جاتا ہے لیکن آج کے اس مادی دور

Tarjihaat
Volume: VI
Issue: I, II & III
جنوری تا مارچ ۲۰۲۶
Jan To March. 2026
ترجیحات
ISSN: 2583-0082
Online Research Jornal

ہیں انسانی رشتوں کی پامالی ایک عام سی بات ہے۔ غزل گو یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تلقین کچھ اس انداز میں کرتے ہیں۔

حبِ یتیم اک سند حبِ نبی کی ہے
تصدیق اس کی آتی ہیں دُرِ یتیم سے
رحمت اُسی پر برسے گی عرشِ عظیم سے
شفقت ہو جس کو فرشِ زمین پر یتیم سے

یہ اشعار یتیموں سے شفقت اور حسن سلوک کی طرف ذہن کو منتقل کرتے ہیں کہ آج کے دور میں جہاں انسان کا انسانیت سے رشتہ ختم ہوتا جارہا ہے وہیں اس دور میں بھی شاعر لوگوں کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کروانا چاہتے ہیں کہ یتیم سے محبت در حقیقت اللہ کے نبی ﷺ سے محبت کی ایک سند ہے کہ جس انسان نے ایک یتیم کے ساتھ حسن سلوک روا رکھا اس پہ اللہ کی طرف سے رحمت باراں نازل ہوگی۔ در حقیقت شاعر یہاں اسلامی تعلیمات کو غزل کے پیرائے میں بیان کر کے اس اہم اور حساس مسلئے کے تدارک کی طرف قاری کی توجہ مبذول کروانے کی کوشش کرتے ہیں۔

پروفیسر مرغوب بانہالی ایک توحید پسند فنکار تھے اسی لئے وہ کبھی بھی مایوس نظر نہیں آتے بلکہ ہر حال میں اُمید اور آرزوں کی شمع کو فروزاں کیے ہوئے ہیں۔ وہ اللہ کی رحمت سے کبھی بھی نااُمید نہیں ہوتے جس کا اظہار وہ اپنی غزلوں ہیں کچھ اس طرح کرتے ہیں۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے

یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

ہر کسی ظلمت پہ آخر غالب آجاتا ہے نور

کام میں لاتا نہیں انسان یہ تاریخی شعور

''چراغاں''کی غزلوں کا خالق ایک رجائیت پسند مفکر اور دانشور ہے جنہیں ہمیشہ ایک بہتر صبح طلوع ہونے کی اُمید نظر آتی ہے کیونکہ انہیں اللہ اور اس کی وحدانیت پر پورا بھروسہ ہے کہ ایک روز یہ چمن توحید کے نور سے روشن ہوگا معنی یہ کہ ہر طرف امن وسکون کی فضا قائم ہوگی۔وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اس دنیا میں ظلم وجبر کا اندھیرا آخرکار ختم ہوگا اور اس میں روشنی اور نور ہی نور پھیلا ہوگا کیونکہ یہ نظامِ فطرت ہیں کہ ظلم کتنا ہی وسیع کیوں نہ ہو اس پر آخر کار حق ہی غالب رہتا ہے

۔

مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ''چراغاں''کی غزلوں نے صحیح معنوں میں جدید اُردو غزل کے ایوان کو چراغاں کیا۔ان غزلوں میں زندگی کے متنوع رنگ نظر آتے ہیں کیونکہ یہ مرغوب بانہالی کی غزلوں کا مجموعہ نہیں بلکہ انتخاب ہے جس میں ان کے فکر و فن کے کئی جہانوں کی سیر کی جاسکتی ہیں۔ ایک طرف ان غزلوں کے پس منظر ہیں جموں و کشمیر کے سیاسی، سماجی، اقتصادی اور تہذیبی مسائل کا عکس دیکھا جاسکتا ہے تو دوسری طرف پوری دنیا کے مسائل سے بھی ان غزلوں میں آگاہ کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں ''چراغاں''کی غزلیں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت میں سرشار نظر آتی ہیں۔ان غزلوں کے استعارات، تلمیحات اور تشبیہات میں زندگی بالخصوص جدید دور کی زندگی کی نیرنگیاں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ان کی غزلیں علاقائی اور قومی مسائل کے ساتھ ہی بین الاقوامی مسائل تک کا احاطہ کرتی ہے جو ان کے وسیع مطالعے کا بین ثبوت ہیں۔غرض یہ کہ ''

Tarjihaat
Volume: VI
Issue: I, II & III
جنوری تا مارچ ۲۰۲۶
Jan To March. 2026
ترجیحات
ISSN: 2583-0082
Online Research Jornal

چراغاں''فنی اور فکری سطح پر جدید اُردو شاعری میں ایک اضافے کی حیثیت رکھتا ہے اور مرغوب بانہالی کو امتیازی شان کا حامل بنا دیتا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔پروفیسر شارب رودلوی، مضمون ''اُردو غزل نئ صدی میں،اکیسویں صدی میں اُردو غزل، مرتب،ڈاکٹر منصور خوشتر۔2017 دریا گنج نئ دہلی، ص۔ ۵۲

۲۔پروفیسر ظہورالدین،اظہار خیال بعنوان اللہ رے ''چراغاں'' دیوانِ غزلیات،پروفیسر مرغوب بانہالی ۲۰۱۴ءادارہ فکر وادب جموں وکشمیر۔ص۔۱۲

۳۔پروفیسر ظہورالدین،اظہار خیال بعنوان اللہ رے ''چراغاں'' دیوانِ غزلیات،پروفیسر مرغوب بانہالی ۲۰۱۴ءادارہ فکر وادب جموں وکشمیر۔ص۔۱۳

۴۔مرزا شفیق حسین شفیق،عرفان صدیقی : شخص او رشاعر(جدید اشاعت معاترمیم و اضافہ)ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی۔۲۰۱۲ءص۔۷۱